اردو شاعری میں ذکرِ علیؑ

ڈاکٹر عظیم امروہوی

مرسلِ اعظمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ذکرِ علیؑ عبادت ہے۔ اب اگر ایسے عبادت گذاروں کی فہرست صرف شاعری کے حوالے سے بھی تیار کی جائے تو لاکھوں ناموں پر مشتمل ہوگی۔ درحقیقت وہ علیؑ کی ہی ذات ہے کہ جس کی آمد پر اگر ایک طرف آدم علیہ السلام خوش تھے کہ ان کا علم ظاہر ہوگا تو نوحؑ مسرور تھے کہ ان کی ہیبت کا مظاہرہ ہوگا۔ اگر ابراہیم علیہ السلام شاد تھے کہ ان کی خلعت کا مظہر سامنے آئے گا تو موسیٰؑ سمجھ رہے تھے کہ ان کا رعب ظاہر ہوگا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام سوچ رہے تھے کہ ان کے زہد کی یاد تازہ ہوگی تو مرسلِ اعظمؐ مطمئن تھے کہ ان کے مشن کو پورا کرنے والا اور ان کا جاں نثار آرہا ہے۔ اور دوسری طرف کلۂ اژدر پھڑک رہا تھا۔ بدر واحد کی زمین لرز اٹھی تھی۔ مرحب و عنتر پہ ایک ہیبت طاری تھی۔ قلعہ خیبر کا دل دھڑک رہا تھا، خندق کا کلیجہ پھٹا جارہا تھا۔ جبرئیل کے پر کانپ رہے تھے۔ سائلِ انگشتری چشم براہ تھا۔ آیاتِ قرآنی نازل ہونے کے لئے بیتاب تھیں۔ بسترِ رسولؐ ہمہ تن انتظار تھا، لات وہبل بت بنے سے بیٹھے تھے، کوثر و سلسبیل چھلک رہے تھے، ذوالفقار اپنے جوہر دکھانے کے لئے مچل رہی تھی۔ اور زمین خوش تھی کہ اب بوتراب آئیں گے۔

علیؑ وہ انسان کہ جس کی شخصیت میں پھولوں جیسی مہک ہیرے جیسی چمک، بجلی جیسی کڑک، شاخوں جیسی لچک، سورج جیسی گرمی، پانی جیسی نرمی، پہاڑ جیسی مضبوطی، ریتیلے میدان جیسی سادگی، دریاؤں جیسی روانی اور فرشتوں سے بھی بڑھ کر پاکیزگی تھی۔ وہ علیؑ جس کی ولادت کی گواہی دینے والا خانۂ کعبہ، شہادت کی گواہ مسجد کوفہ یعنی جس کا آغاز کعبہ، جس کا انجام مسجد، دونوں کے درمیان حیات کا سفر۔ حیات بھی کیسی کہ جس کے لئے کہنا پڑے گا کہ:

حاکمِ وقت بھی ہے، فوج کا سالار بھی ہے — یہ معلم بھی ہے مزدور بھی فنکار بھی ہے
فلسفی بھی ہے، سپاہی بھی، قلمکار بھی ہے — پھول سے نرم بھی، تلوار کی یہ دھار بھی ہے
خانۂ حق کی گواہی ہے، نمازی ایسا — پھر نہ تاریخ میں نکلا، کوئی غازی ایسا

وہ علیؑ جس کی شجاعت کی گواہی بدر واحد اور خندق و خیبر نے دی، وہ علیؑ جس کی سخاوت کا اعلان سورۂ ھل اتیٰ نے کیا، وہ علیؑ جس کی حکمت و فلسفے کا ثبوت نہج البلاغہ ہے۔ وہ علیؑ جس کی محنت و مشقت کا ذکر یہودی کے باغ نے کیا۔ وہ علیؑ جس کی قوت کا قصیدہ خیبر کے در اور جبرئیل کے شہپر پر تحریر ہے۔ وہ علیؑ جس کے عدل و انصاف کے گواہ تاریخ کے یادگار فیصلے ہیں، وہ علیؑ جس کی طہارت کی گواہی دینے آیۂ تطہیر آئی۔ وہ علیؑ جس کی عبادت کا اعلان مسجد کوفہ نے کیا۔ غرض کہ عبادت، شجاعت، سخاوت، طہارت، ریاضت، خطابت، حکمت اور عدالت ہر آئینے میں جو چہرہ تابناک دکھائی دے وہی علیؑ ہے۔ اسی لئے ؎

تاریخ دے رہی ہے یہ آواز دمبدم

معبود کے عابد علیؑ، رسالت کے شاہد علیؑ، اسلام کے مجاہد علیؑ اور امت کے قائد علیؑ۔ ضمیر انسانی صدا دے رہا ہے کہ عالم علیؑ، حاکم علیؑ ناظم علیؑ خطیب علیؑ، ادیب علیؑ، قاضی علیؑ، غازی علیؑ، نمازی علیؑ، فلسفی علیؑ، عادل علیؑ، اور انسان کامل ذات علیؑ ہے۔

اسی لئے Washington Irwin اپنی تصنیف "Life of Mohammed" میں، جارج جرداق اپنی تصنیف ''ندائے عدالت انسانی'' میں Adward Gibbon اپنی تصنیف "Decline and fall of Roman Empire" میں کراکا اپنی تصنیف "Then Came Hazarat Ali" میں حضرت علیؑ کو خراج عقیدت پیش کئے بغیر نہ رہ سکے۔ بقول تھامس کارلائل ''علیؑ کی شخصیت تھی ہی ایسی کہ جسے دنیا کا ہر شخص پسند کرے علیؑ کی تعریف اور محبت کرنے پر تو ہر شخص مجبور ہے۔ (Heros and Hero Worship)

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی تمام زبانیں وہ الفاظ دینے سے قاصر ہیں کہ جن سے مدح علیؑ کا حق ادا ہوسکے۔ المنجد، قاموس، لغت اور ڈکشنریوں کے تمام الفاظ کا قد چھوٹا ہے۔ علیؑ کی عظمتوں کا قد بہت بلند ہے۔ ان عظمتوں پر نظر ڈالنے سے آنکھیں خیرہ اور دماغ دنگ ہوجاتے ہیں اور خود بہ خود انسانی قلوب ان کے سامنے سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے آج تک جتنا بھی خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے اور فضیلتوں کا اعتراف کیا گیا ہے اسے مکمل نہیں کہہ سکتے۔ روز قیامت تک کائنات کے تمام قلم چلتے رہیں گے اور تمام زبانیں اگر شمع کی طرح مدح وثنا کرتے کرتے گھل بھی جائیں تب بھی مدح کا حق ادا نہیں ہوسکتا یہ ذکر وہ ہے کہ جس کے سامنے شاعر مجبور ہوکر کہہ اٹھتا ہے کہ:

میں کیا بتاؤں زمانے والو! کہ ذکرِ حیدرؑ کہاں کہاں ہے
فلک فلک ہے، زمیں زمیں ہے نگر نگر ہے مکاں مکاں ہے
ثنا علیؑ کی نہیں ہے آساں علیؑ کے اوصاف کا خزانہ
کتب کتب ہے ورق ورق ہے قلم قلم ہے، زباں زباں ہے

ذکرِ علیؑ کا آغاز بشکل شاعری سب سے پہلے تو عربی میں ہوا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم دین نے وہ خراجِ عقیدت پیش کیا کہ جس کی مثال نہیں۔ لیکن اس کے بعد فارسی زبان میں بھی ذکرِ علیؑ اس طرح کیا گیا کہ کوئی عہد اور کوئی علاقہ اس زبان کا ایسا نہیں رہا کہ جہاں یہ ذکرِ اعلیٰ ادبی معیار و وقار کے ساتھ نہ ہوا ہو۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ، منصور بن حلاج صوفیؒ، بختیار کاکیؒ، عبدالقادر جیلانیؒ، معین الدین چشتیؒ، علاء الدین صابریؒ، مولانا رومیؒ، نظام الدین محبوب الٰہیؒ، معین الدین سنجریؒ، عبدالرحمٰن جامیؒ، شیخ سعدیؒ، حکیم سنائیؒ، محبوب سبحانی شیخ علی الہمدانی، حافظ شیرازی، فردوسی، شاہ نعمت اللہ، فرید الدین عطارؒ، بوعلی شاہ قلندر، خان خاناں بیرم خاں، شاہ نصیر الدین نصیر، بیدم وارثی، امیر خسرو، صوفی ٰیسین صادق دہلوی، شاہ سید علی حسن احسن جائسی، اور مرزا غالب وغیرہ وغیرہ نے مدح و ثنائے علیؑ بڑے خلوص و عقیدت کے ساتھ اپنے اپنے دور میں کی ہے۔

جب ہم اردو شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عربی و فارسی سے بہت کم عمر زبان ہونے کے باوجود اردو شاعری میں ذکرِ علیؑ کسی بھی زبان سے کم نہیں ہے۔ اور اردو شاعری کی ابتدا سے ہی ذکرِ علیؑ اس میں شامل ہے۔ جب اردو بالکل ابتدائی شکل میں تھی اور محمد قلی قطب شاہ بادشاہ دکن جو اُردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہوا ہے اس نے بھی مدحِ علیؑ کی ہے۔ س طرح اُردو کا پہلا دیوان بھی ذکرِ علیؑ سے خالی نہیں ہے۔ صرف ایک منقبت کے دو اشعار ملاحظہ ہوں۔

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں — سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں
سورج توں نو انبر کا دیوا سو دین گھر کا — پیارا سو پیغمبرؐ کا بیچ یار یا علیؑ توں

اُردو کے ایک اور قدیم شاعر ولی دکنی کا خراجِ عقیدت بھی ملاحظہ ہو۔

ہو دستگیر مجھے یا علیؑ ولی اللہ — ہے فقر فخر مجھے، مجھکو فقر ہوں نہیں ننگ

حضرت علیؑ حلال مشکلات ہیں، اسی لئے شعراء نے انہیں ہر مدد کے موقع پر پکارا ہے۔ ان سے اپنا دکھ درد بیان کیا ہے، امداد چاہی ہے اور یہ ذکر اکثر شعراء کے ہاں ملتا ہے۔ مثلاً ایک اور قدیم

شاعر سراج اورنگ آبادی کہتے ہیں کہ:

ہوں سخت بے کسی میں گرفتار یا علیؑ　　تیرے بغیر کون ہے اب یار یا علیؑ
آج حادثات دہر میں مضطر نہ رکھ مجھے　　کشتی مری تباہ ہے کر پار یا علیؑ

شمالی ہند کا پہلا مثنوی نگار اور مرثیہ نگار میر اسمٰعیل نے بھی مدح و ثنائے علیؑ کی ہے۔ اس کے بعد کے کئی شعراء اور بھی مدح گو ہوئے مثلاً سید سعادت علی سعادت امروہوی (رہنمائے میرؔ) جن کی ایک سواری بہت مشہور ہے وہ کہتے ہیں کہ:

ہوئی یثرب نگر پر جب چڑھائی　　علیؑ نے غیظ میں تیوری چڑھائی
بڑھا گھوڑے کی جانب وہ فدائی　　فرس کی ٹاپ سے آواز آئی
سواری ہے امیر المومنین کی　　سواری ہے نبیؐ کے جانشیں کی

استاد الاساتذہ اور اردو غزل کے بادشاہ میر تقی میرؔ کو اصل مقام تو ان کی غزل گوئی نے عطا کیا لیکن میرؔ نے مراثی، قصائد اور منقبت بھی کہی ایک منقبت کا مطلع اور مقطع ملاحظہ ہو:

جو معتقد نہیں ہے علیؑ کے کمال کا　　ہر بال اس کے تن پہ ہے موجب وبال کا
فکر نجات میرؔ کو کیا مدح خواں ہے وہ　　اولاد کا علیؑ کی محمدؐ کی آل کا

اس کے علاوہ میرؔ کی دو اور منقبتیں بہت مشہور ہیں جن کے کلیدی مصرع ہیں:

یا علیؑ یا علیؑ کہا کرتو

حیدری ہوں، حیدری ہوں، حیدری

عہد میر تقی میرؔ کے بعد مصحفی و انشا اور نظیر کے ہاں بھی ذکر علیؑ ملتا ہے۔ مصحفی نے حضرت علیؑ سے اپنی بھرپور عقیدت کا اظہار کیا ہے اور وہ پورے یقین سے کہتے ہیں کہ:

نہ ہوگی جاں کنی کے وقت ہرگز تشنگی غالب　　کہ تو اے مصحفی مداح ہے ساقی کوثر کا

ساقی کوثر کے بارے میں ایک شعر سید انشاء اللہ خاں انشا کا بھی ملاحظہ ہو وہ دعا گو ہیں کہ:

ہاتھ سے ساقی کوثر کے پلا دینا جام　　عطش روز قیامت سے نہ ہو مجھ کو قلق

نظیر کی بھی ایک منقبت بہت مشہور ہے جس کا کلیدی مصرع ہے:

حیرت میں ہوں کہ حیدرؑ صفدر کو کیا کہوں

انیسویں صدی اردو شاعری کی تاریخ کا سنہری دور رہا ہے اس میں اگر دہلی میں غالبؔ، ذوقؔ، ظفرؔ

اور داغؔ ہوئے ہیں تو لکھنؤ میں آتشؔ، ناسخؔ، انیسؔ، اور دبیرؔ جیسے باکمال شاعر ہوئے ہیں۔ انیسؔ و دبیرؔ نے تو کربلا کے حوالے سے بھی سیکڑوں جگہ ذکرِ علیؑ کیا ہے لیکن دیگر شعراء نے بھی منقبت علیؑ بیان کی ہے۔ ذوقؔ کے دل میں خاکِ درِ نجف کی کتنی عظمت ہے اور وہ وقت مشکل کس طرح مشکل کشا کو پکارتے ہیں۔ دو شعر ملاحظہ ہوں:

تسکینِ دل اسی خاکِ راہِ نجف کا   وہ ذرّہ نجف ہے کہ درِ شمیں ہے

ذوقؔ حیراں ہے بہت فکر کشادہ کار میں   یا علیؑ مشکل کشا یہ وقت ہے امداد کا

بہادر شاہ ظفرؔ کی بھی ایک منقبت کے دو اشعار ملاحظہ ہوں:

زورِ بازوئے مصطفیٰؐ ہے علیؑ   صفدرِ عرصۂ وغا ہے علیؑ

میری کشتی کا ناخدا ہے علیؑ   میرا ہادی و رہنما ہے علیؑ

ناسخؔ اپنے آپ کو بلبل بوستاں جناب امیر مانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ:

بلبل ہوں بوستانِ جنابِ امیر کا   روح القدس ہے نام مرے ہمصفیر کا

آتشؔ ایک موقع پر کہتے ہیں کہ:

عاشق شیدا علی مرتضیٰؑ کا ہو گیا   دل مرا بندہ نصیری کے خدا کا ہو گیا

نواب داغؔ دہلوی کہتے ہیں کہ:

بیان ان کے ہوں اوصاف داغؔ اب کیا کیا   کوئی نہ وصفِ شہِ بوتراب سے چھوٹا

امیرؔ مینائی بھی انیسویں صدی کا ایک اہم نام ہے۔ ان کی عقیدت ملاحظہ ہو:

الفتِ ساقیِ کوثرؑ کی اگر آ گئی موج   سمجھے ہم ہاتھ کلیدِ درِ جنت آئی

اس طرح ان تمام شعراء نے نہ صرف یہ کہ حضرت علیؑ سے اپنی عقیدتوں کا اظہار کیا ہے بلکہ یہ اظہار اعلیٰ فنی نمونہ بھی ہے اور زبان و بیان کا بھی ایک خاص معیار ہے۔ اسے صرف عقیدت نہیں کہیں گے بلکہ یہ فن پارے بھی ہیں۔ امیرؔ مینائی کا ہی شعر دیکھئے الفت ساقی کوثرؑ کی موج کس قدر نایاب ترکیب ہے، اور پھر اسے کلید درِ جنت سمجھنا فکر کی بلندی بھی لئے ہوئے ہے۔ ویسے کلید درِ جنت خود ہی ایک نادر ترکیب ہے۔ اس طرح ان بلیغ مضامین کو امیرؔ مینائی نے جو زبان کی فصاحت بخشی ہے وہ بھی ان کا کمال ہے۔ غرض کہ انیسویں صدی کے جتنے بھی اردو شاعری کے ستون ہوئے ہیں سب کا رخ درِ علیؑ کی جانب نظر آتا ہے۔

اس کے بعد آنے والے دور کے شعراء نے بھی حضرت علیؑ کی منقبت خوب خوب کہی ہے۔ مثلاً احمد رضا خاں بریلوی، بیدم وارثی، بوعلی شاہ قلندر، حسرت موہانی، اصغر گونڈوی، اور علامہ اقبال وغیرہ شعراء کی ایک طویل فہرست ہے جو سائل باب شہر علم نظر آتے ہیں۔ اقبال نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ:

پوچھتے کیا ہو مذہب اقبال　　　یہ گنہگار بوترابی ہے

(راس المال، ص ۲۶۹)

اس کے بعد ایک دور وہ بھی آیا کہ جب اردو دنیا میں منقبتی محفلوں کا سلسلہ دن بہ دن بڑھتا چلا گیا اور محافل میں علماء کی تقریروں سے زیادہ شعراء کے کلام پر زور دیا جانے لگا۔ اس لئے شعراء کا رجحان منقبت گوئی کی جانب اور بھی بڑھتا گیا، شہر شہر، قصبہ قصبہ بلکہ دیہات دیہات منقبتی محفلیں ہونے لگیں اور ایک ایک محفل میں ۲۵-۲۵، ۳۰-۳۰ شعراء شرکت کرنے لگے اس لئے منقبت گوئی کو فروغ ملنے لگا۔ یہ الگ بات ہے کہ شعراء کی اس بھیڑ میں معیاری کلام کہنے والے سب نہیں ہوئے لیکن پھر بھی بھاری تعداد ایسے شعراء کی ہوئی جن کا کلام فنی معیار پر پورا اترتا ہے مثلاً صفی لکھنوی، عزیز لکھنوی، محشر لکھنوی، جوش ملیح آبادی، نجم آفندی، نسیم امروہوی، علامہ شفیق حسن ایلیا، دلورام کوثری، ماہر القادری، جمیل مظہری، روپ کماری، شمیم کرہانی، گوپی ناتھ امن، قمر جلالوی، انور مرزا پوری، باقر امانت خانی، نھوتی لال وحشی، رئیس امروہوی، سید سرسوی، کیف بھوپالی، نذیر بنارسی، مہدی نظمی، خمار بارہ بنکوی، مہذب لکھنوی، شمیم جے پوری، معراج وارثی، فضل نقوی، جوہر سرسوی، شارب لکھنوی اور جاوید وششٹ وغیرہ ہوئے ہیں۔ چند شعراء کے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

دیر سے پہنچے در شاہ نجف پر ہم فقیر　　　ایک عہدہ تھا غلامی کا وہ قنبر لے گئے

(صفی لکھنوی)

جلوت میں بادشاہ ہے خلوت میں تو فقیر　　　جنگاہ میں جوان حریم خرد میں پیر

دشت وغا میں طبل، ادب گاہ میں صریر　　　میدان میں حدید، مقالات میں حریر

سو معجزوں کا عطر ہے تیری حیات میں

اضداد کس قدر ہیں تری ایک ذات میں

(جوش ملیح آبادی)

زبان خامہ کے دھونے کو لاؤ آب کوثر کا　　　کہ لکھنا ہے مجھے وصف خصوصی ذات حیدر کا

(گوپی ناتھ امنؔ)

کہا صلِ علیٰ سب نے فلک سے بھی خطاب آئے
قدم بوسی کی خاطر آفتاب و ماہتاب آئے
جلو میں دین و ایماں، علم و دانش ہم رکاب آئے
زمیں کی جاگ اٹھی قسمت جناب بوتراب آئے

(ماہر القادریؔ)

ہیں مصطفیٰؐ جو پھول تو اس کی مہک علیؑ ۔۔۔ وہ درِ شاہوار ہدایت، جھلک علیؑ
حضرت ہیں آفتاب نبوت چمک علیؑ ۔۔۔ یہ حُسن، حُسنِ شاہد قدرت نمک علیؑ

احمدؐ ہیں باکمال، تو حیدرؑ کمال ہیں
وہ رخ ہیں، اور یہ خالِ رخ بے مثال ہیں

(علامہ شفیق حسن ایلیاؔ)

مرتضیٰؑ کو خانہ زادِ ربِّ اکبر دیکھ کر ۔۔۔ بیاہ دی بیٹی پیمبرؐ نے بڑا گھر دیکھ کر

(قمر جلالویؔ)

جس کے مولا ہیں محمدؐ اس کے مولا ہیں علیؑ ۔۔۔ یہ وہ مصرع جس کو دہراتی رہے گی ہر صدی
پوچھئے اللہ سے، احمدؐ سے معیار علیؑ ۔۔۔ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

(شارب لکھنوی)

عرب کی گھنگور ظلمتوں میں خدا نے اک آفتاب بھیجا
علیؑ خیبر شکن کی صورت دلِ رسالت مآب بھیجا
لرز گئیں سرکشوں کی روحیں دہل گئے باغیوں کے سینے
زمیں کو آ گئی تھرتھری، پہاڑ کو آ گئے پسینے

(کیفؔ بھوپالی)

علیؑ کے پاس سے بادِ صبا سنبھل کے گذر ۔۔۔ یہ سو رہے ہیں محمدؐ کی زندگی کے لئے

(انور مرزا پوری)

ہندو اگرچہ وحشی بادہ پرست ہے
لیکن مئے محبت حیدر میں مست ہے
(ڈاکٹر تھونی لال وحشی)

محمدؐ شناسی نہیں کھیل آساں
محمدؐ کو یوں تو سبھی جانتے ہیں
علیؑ کیا ہے یہ جانتے ہیں محمدؐ
محمدؐ ہیں کیا یہ علیؑ جانتے ہیں
(خمار بارہ بنکوی)

ہے سرزمین ہند تو پوجا کی سرزمیں
پوجا ہماری بندگی بوترابؑ ہے
اس در سے پھر گئے تو رہیں گے اسیرِ جہل
یہ باب، شہرِ علم پیمبر کا باب ہے
(پنڈت جاوید وششٹ)

مندرجہ بالا شعرائے کے نمونہ کلام کی تشریح تفسیر اور تفہیم اگر کی جائے تو بہت تفصیل ہو جائے گی۔ اس پر تبصرہ کیا جائے۔ فنی خوبیاں تلاش کی جائیں، محامد و محاسن بیان کئے جائیں اور اس کے ادب میں مقام و مرتبے کا تعین کیا جائے تو اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اہل نظر خود محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ تو صرف چند شعراء کا نمونہ کلام تھا ورنہ ایسے شعراء کی فہرست تو بہت طویل ہے ان شعراء نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کے دلوں کی آواز ہے جو ان کے فن میں ڈھل کر صفحۂ قرطاس تک آئی ہے کیونکہ ان اشعار میں آمد ہے، برجستگی ہے، بے ساختگی ہے اور روانی ہے۔ اگر ضرورتاً یا مجبوراً شعر کہا جائے گا تو اس میں آمد نہیں بلکہ آورد ہوگی۔

گنگا جل کی قسم کھانے والا شاعر ذکر علیؑ کرنے سے پہلے زبان خامہ دھونے کے لئے آب کوثر کی ضرورت سمجھتا ہے۔ کسی نے ذات علیؑ کو سو معجزوں کا عطر اور اضداد کا مجموعہ بتایا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ خلاف فطرت انسانی علیؑ کی ذات میں مختلف صفات موجود تھیں۔ وہ میدان شجاعت کے بے مثال مجاہد تھے۔ تو محراب عبادت کے مخلص عابد بھی۔ وہ منبر سلونی کے تنہا خطیب تھے تو بے مثال ادیب بھی۔ وہ شہر علم کا دروازہ تھے تو باغ میں مزدور بھی۔ وہ مسند عدالت کے بہترین عادل تھے تو فلسفہ و حکمت کے تاجدار بھی۔ وہ مسند حکومت کی زینت تھے تو فاقہ کش بھی اور وہ موم سے نرم تھے تو فولاد سے زیادہ سخت بھی۔

حضرت علیؑ کی ان صفات اور خوبیوں کے سبب پوجا کرنے والوں نے پوجا بھی کی۔ علم حاصل کرنے والے ان کے در کے سائل بھی بنے اور محبت علیؑ کے مئے پی کر مست بھی رہے۔ حقیقت یہ

ہے کہ علیؑ شناسی اور عرفان علیؑ حاصل کرنا آسان نہیں ہے اس کا مقام بشر کی فکر سے بہت بلند ہے۔
جب ہم عصر حاضر کے شعراء پر نظر ڈالتے ہیں تو ان میں بھی ایک بڑی فہرست کے ممدوح اور ہیرو علیؑ نظر آتے ہیں۔ مثلاً علامہ اختر زیدی، شاہد نقوی افتخار عارف، ڈاکٹر ہلال نقوی، وحید الحسن ہاشمی، عثمان عارف نقشبندی (سابق گورنر) عرفان صدیقی، وفا حیدر آبادی، مشکور حسین یاد، مخمور سعیدی، ساحر لکھنوی، کنور مہیندر سنگھ بیدی سحر، گلزار دہلوی، اور فاروق ارگلی وغیرہ سے لے کر تسیم الظفر، افضل صدیقی اور نیر جلالپوری وغیرہ وغیرہ تک انگنت شعراء ہیں جو مدح و ثنائے علی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ان میں سے کچھ شعراء نے جو منقبت کہی ہے۔ وہ قدیم رنگ سخن سے مختلف ہے، کیونکہ انھوں نے ایک نیا اسلوب دینے کی کوشش کی ہے۔ زبان میں بھی نیا پن ہے۔ فکر میں بھی تازگی ہے اور لہجہ بھی قدیم شعراء سے مختلف ہے جس کی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح اردو شاعری کی دیگر اصناف سخن میں تغیر و تبدیلی آئی ہے اور ارتقائی سفر طے کیا ہے۔ اسی طرح مدحیہ شاعری بھی ایک تغیر آمیز رنگ اختیار کر رہی ہے۔ مثلاً افتخار عارف نے آزاد منقبت پر طبع آزمائی کی ہے۔ اور ان کی نظم فتکلموا التعرفوا (کلام کرو تاکہ پہچانے جاؤ) بے حد مقبول ہوئی۔ یا مظفر وارثی کہتے ہیں کہ

آئینہ خانے اسے عکس جلی کہتے ہیں ۔۔۔ لہجۂ عشق میں ولیوں کا ولی کہتے ہیں
حرف حرف اس کو پڑھا میں نے تو معلوم ہوا ۔۔۔ لغتِ دینِ محمدؐ کو علیؑ کہتے ہیں
علم کے شہر کا دروازہ لقب ہے اس کا ۔۔۔ اس کے ہر سانس کو حکمت کی گلی کہتے ہیں

والی آسی بادشاہوں اور خانقاہوں میں ذکر علیؑ سنتے ہیں تو اولاد علیؑ تک کی قربانیوں پر ان کی نظر جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ:

بادشاہوں میں ابھی ذکر علیؑ ہوتا ہے ۔۔۔ خانقاہوں میں یہی نام ابھی زندہ ہے
آپ اور آپ کے بیٹوں کی شہادت کے طفیل ۔۔۔ یا علیؑ آپ کا اسلام ابھی زندہ ہے

عرفان صدیقی اپنی منقبت میں ایک الگ قسم کی جدت پیدا کرتے ہیں اور عصری مسائل کا حل آمد علیؑ کو بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

خیمہ نصرت بپا ہوگا علیؑ آنے کو ہیں ۔۔۔ معرکوں کا فیصلہ ہوگا علیؑ آنے کو ہیں
آج تک ہوتا رہا ظالم ترا سوچا ہوا ۔۔۔ اب مرا سوچا ہوا ہوگا علیؑ آنے کو ہیں

مخمور سعیدی عصر حاضر کا بے حد معتبر نام ہے۔ ان کی ایک منقبت کے صرف دو اشعار ملاحظہ ہوں:

نام علیؑ کو کیوں نہ میں روح کی تازگی کہوں دادی جاں مہک اٹھے جب میں علیؑ علیؑ کہوں
ابن علیؑ کے زندگی شرح صفات آدمی ابن معاویہ تجھے کیسے میں آدمی کہوں

یہاں ابن معاویہ کے لغوی معنی سے جو فائدہ اٹھایا ہے وہ شاعر کی بلندی فکر اور قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔ عصر حاضر کے نوجوان شاعر افضل صدیقی نے بھی مدح وثنائے علیؑ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اور ان کی منقبت میں ایک الگ چمک دمک اور مہک ہے وہ کہتے ہیں کہ:

احساس کے پھولوں کی مہک ہے تو علیؑ ہے ایمان کے جلووں کی چمک ہے تو علیؑ ہے
ہیں دین کے دامن پہ بھی گل بوٹے اسی کے اور بستر ہجرت کی دھنک ہے تو علیؑ ہے
معراج کی ہر بات سے افضلؔ ہوا ثابت دم ساز نبی عرش تلک ہے تو علیؑ ہے

اُردو شاعری کی صنف منقبت میں ذکر علیؑ کا یہ ایک طائرانہ جائزہ ہے۔ اب اگر دیگر اصناف سخن میں ذکر علیؑ پر نظر ڈالیں تو یہ گفتگو بہت طویل ہوجائے گی کیونکہ ذکر علیؑ مرثیہ، قصیدہ، سلام، نظم، آزاد نظم، نوحہ، دوہا، گیت بلکہ غزل تک میں مل جاتا ہے۔ ان اصناف سخن کی جانب اس وقت صرف اشارے ہی ممکن ہوں گے۔ مثلاً حضرت علیؑ کی مدح میں قصائد کی تعداد بھی سیکڑوں ہے سوداؔ، میرؔ، مصحفیؔ، یکتاؔ، غالبؔ، منیرؔ، شمیمؔ، تمکینؔ، صفیؔ، عزیزؔ، محشرؔ، جذبؔ، نسیمؔ، ساحرؔ سے لے کر کلیمؔ، امیدؔ، ربیدؔ، ریاضؔ، جاویدؔ، ناشرؔ، اور ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ تک ایک بہت طویل فہرست ہے۔ یکتاؔ امروہوی کے ایک قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

علیؑ امیر، علیؑ پیشوا، علیؑ سردار علیؑ امام، علیؑ نفس احمد مختار
علیؑ کی ضرب پہ صدقے عبادت ثقلین علیؑ کی نذر کو آئی ہے چرخ سے تلوار
علیؑ رسولؐ کا بازو علیؑ خدا کا ہاتھ علیؑ کا قاتل و بغل کلاهما فی النار
علیؑ شجاع و علیؑ اشجع و علیؑ غازی علیؑ ہزبر و علیؑ حیدر و علی کرار

مرزا غالبؔ کے ایک معرکتہ الآرا قصیدے کے بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جسم اطہر کو ترے دوش پیمبر منبر نام نامی کو ترے ناصیہ عرش نگیں
کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں
آستاں پر ہے ترے جوہر آئینہ سنگ رقم بندگی حضرت جبریل امیں
کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا کس سے ہو سکتی ہے آرائش فردوس بریں

جہاں تک اردو مرثیے میں ذکر علیؑ کا سوال ہے تو اس کا سلسلہ بھی کچھ کم نہیں ہے کچھ شعراء نے تو پورے پورے مراثی حضرت علی کے حال کے کہے ہیں اور سیکڑوں مراثی ایسے بھی ہیں کہ جن میں مدح کے حصے میں حضرت علی کا ذکر ملتا ہے۔ میر خلیق، میر ضمیر، میر انیس، میر مونس، میر سلیس، میر نفیس، میر رئیس، میرزا تعشق، میرزا عشق، سلطان واجد علی شاہ اختر، علی میاں کامل، برجیس امروہوی، فاخر لکھنوی، ظہیر دہلوی، میر عارف، پیارے صاحب رشید، مرزا اوج، شاد عظیم آبادی، دولہا صاحب عروج، مہاراجہ محمد علی محب، مرزا طاہر رفیق، فراست زید پوری، نانک چند نانک، مودب لکھنوی، صادقین امروہوی، خبیر لکھنوی، زائر سیتاپوری، فرید لکھنوی، اور مہذب لکھنوی سے لے کر تمام جدید مرثیہ نگاروں تک کے مراثی میں بھی ذکر علی ملتا ہے۔ لیکن میر انیس، قسیم امروہوی، مرزا دبیر، تسکین امروہوی، سرفراز، روپ کماری اور نسیم امروہوی نے مکمل مراثی در حال حضرت علیؑ کہے ہیں۔ ویسے اگر تلاش و تحقیق کی جائے تو اور بھی کئی شعراء کے مراثی در حال حضرت علیؑ مل جائیں گے یہاں تو صرف چند شعراء کا ذکر کیا جارہا ہے۔ جن میں سے کچھ کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

چاہیں تو آئینے کو سکندر کریں علیؑ　　سبزے کو مثل خضر سخنور کریں علیؑ
قطرے کو موج، موج کو کوثر کریں علیؑ　　جوہر کو تیغ، تیغ کو جوہر کریں علیؑ
غنچے کو باغ، باغ کو خلد بریں بنائیں
پر کو ہما، ہما کو یہ روح الامیں بنائیں
(مرزا دبیر)

عرش خدا مقام جناب امیرؑ ہے　　کرسی بھی تحت بام جناب امیرؑ ہے
سطور لوح، نام جناب امیرؑ ہے　　آیات حق کلام جناب امیرؑ ہے
ایسا کسی کو خلق میں رتبہ ملا نہیں
ساری خدا کی شان ہے لیکن خدا نہیں
(میر انیس)

آفاق میں ولادت حیدرؑ کی دھوم ہے　　ارواح انبیاء کا حرم میں ہجوم ہے
ذروں میں بھی فضائے ریاض نجوم ہے　　بیت خدا میں آمد باب علوم ہے
کعبے کے بت نگوں ہیں سر رکھے ہوئے

سب بُت پرست دل پہ ہیں پتھر رکھے ہوئے
(نسیم امروہوی)

علیؑ خلاصہ آلِ عبا، علیؑ اعلا　　علیؑ چراغِ ہدایت علیؑ امامِ ہدا
علیؑ ولیِ خدا، پیشوا، علیؑ اولا　　مثالِ ختم رسول خلق کے علیؑ مولا
مریضِ دردِ معاصی کے ہیں طبیب علیؑ
نبیؐ کی طرح ہیں اللہ کے حبیب علیؑ
(روپ کماری)

یہ خیالات ہیں ایک غیر مسلم شاعرہ کے۔ اس سے زیادہ کیا کوئی مولائی کہے گا۔ صرف ایک بند نسیم امروہوی کا اور ملاحظہ ہو:

مولا علیؑ کا نام ہے والی علیؑ کا نام　　ہر دوست کی حسام ہلالی، علیؑ کا نام
نامِ خدا ہے اسمِ جلالی علیؑ کا نام　　لاشوں سے رن کو پاٹ دے خالی، علیؑ کا نام
ہمت بڑھی، جو دل سے علیؑ کو ولی کہا
انسان شیر ہوگیا جب یا علیؑ کہا

اردو رباعیات کے ذخیرے میں بھی خاصی تعداد ایسی رباعیات کی ملتی ہے کہ جن میں ذکرِ علیؑ ہے۔ جن کی تعداد ہزاروں میں ہوگی۔ اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے صرف چند شعراء کی رباعیات بطور نمونہ پیش ہیں:

ناکام بھی کامیاب ہوجاتا ہے　　بے قدر فلک جناب ہوجاتا ہے
گر اک نظرِ مہر سے دیکھیں حیدرؑ　　ذرہ بھی آفتاب ہوجاتا ہے
(میر انیس)

محفل میں نشہ ئے تولا کا چڑھا　　خیبر کی خبر سن کے درود اور پڑھا
راہیں کیا کیا علیؑ کی سیرت سے ملیں　　دل نعرۂ صلوٰۃ سے آگے نہ بڑھا
(نجم آفندی)

لبریز ہے نور سے بیابانِ نجف　　کچھ کم نہیں شانِ کعبہ سے شانِ نجف

ہے سرمۂ چشم بادشاہان غیور　　خاکِ قدمِ گدائے سلطان نجف
(راسخ عظیم آبادی)

صنف مثنوی میں بھی کچھ شعراء کے ہاں ہمیں ذکرِ علیؑ ملتا ہے قدیم شعراء کے ہاں مثنویاں کافی ملتی ہیں۔ میر حسنؔ، اردو مثنوی کے بادشاہ، مرزا دبیرؔ اور علامہ اقبالؔ وغیرہ کی کامیاب مثنویاں ہیں اقبالؔ کی فارسی مثنوی کا اردو میں منظوم ترجمہ حسین مہدیؔ رضوی اور عبدالعلیم صدیقی نے کیا ہے، عصر حاضر کے شعراء کے ہاں مثنوی میں مدحِ علیؑ بہت کم ملتی ہے۔ قیسؔ رامپوری کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چلو کہ صفحۂ تاریخ سے گہر رولیں　　چلو کہ مملکتِ علم کا وہ در کھولیں
وہ در کہ جس کو نبیؐ، بوترابؑ کہتے ہیں　　فرشتے جس کو مکمل صفات کہتے ہیں
جسے رسولؐ نے خود اپنا جانشین کہا　　خود اپنا نور کہا، نورِ عالمین کہا
کہ جس کو شمع دو عالم نے خود سنوارا تھا　　تھا آدمی وہ، مگر نور کا منارا تھا

جہاں تک قطعات میں ذکرِ علیؑ کا سوال ہے تو عہد میرؔ و سوداؔ سے عصر حاضر تک کے سیکڑوں شعراء نے مدحِ علیؑ میں قطعات کہے ہیں۔ ماضی قریب کے ہندو شاعر وشوناتھ پرشاد ماتھرؔ لکھنوی کا ایک قطعہ ملاحظہ ہو:

اے رازِ مشیت زندہ باد　　اے جانِ پیمبر زندہ باد
اے روحِ عبادت زندہ باد　　اے عظمتِ داور زندہ باد
جب ذکرِ شجاعت ہوتا ہے　　آواز فلک سے آتی ہے
اے قاتلِ مرحب زندہ باد　　اے فاتحِ خیبر زندہ باد
(نوائے سروش، ص ۱۷۷)

اب موجودہ دور کے ایک سکھ شاعر سردار کرنیل سنگھ پنچھی کا قطعہ اور دیکھئے:

درِ خیبر سے ٹکرائیں علمبردار کی آنکھیں
بہت روشن، بہت چوکس، ترے کردار کی آنکھیں
تری تلوار پر دھبہ نہیں ہے خونِ ناحق کا
تری آنکھوں کی صورت تھیں تری تلوار کی آنکھیں
(راس المال، ص ۳۲۹)

شاعری میں سلام ایسی صنف سخن ہے کہ جس میں ہر شعر کا مضمون غزل کی طرح الگ ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں تمام معصومین، اہل بیت، شہدائے کربلا اور اسیران کربلا کا ذکر مل جاتا ہے۔ ظاہر ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ذکر علیؑ سے سلام خالی ہو، سلام کی تاریخ بھی بہت قدیم ہے لیکن زیادہ تر سلام ایسے ملتے ہیں کہ جن میں ایک دو اشعار ذکر علیؑ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جوشؔ کہتے ہیں کہ:

منظور ہے خدا کو تو پہنچوں گا روز حشر　　　چہرے پہ خاک مل کے در بوترابؑ کی

سلام کو ایک جدید اسلوب دینے میں تصورؔ زیدی، افتخارؔ عارف، عرفانؔ صدیقی، انیسؔ اشفاق، کاظم جرولی اور شہزادہ گلریز وغیرہ کا زیادہ ہاتھ ہے۔ انیسویں صدی کے ایک شاعر یعقوب علی معجزؔ امروہوی کے ایک سلام کے تین اشعار ملاحظہ ہوں وہ کہتے ہیں کہ:

اے مجرئی نہیں ہیں نبیؐ و امامؑ دو　　　ظاہر میں گرچہ احمدؐ و حیدرؑ ہیں نام دو

خدمت میں ان کی لکھ ذرا تو بھی سلام دو　　　ہیں خامۂ خدا وہ علیہ السلام دو

معجزؔ کی آرزو ہے کہ جنت میں یا علیؑ　　　کوثر کا اپنے دست مبارک سے جام دو

میر ضاحکؔ، میر انیسؔ کے والد میر خلیقؔ کے دادا تھے ان کا بھی ایک سلام بہت مشہور ہے جس کے مطلع میں حضرت علیؑ کا ذکر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

علیؑ عالی، ولی کے اوپر درود واجب سلام سنت
نبیؐ کے عاشق وصی کے اوپر درود واجب سلام سنت

(دواعی العلم، بمبئی جلد-۲، شمارہ ۴، ص ۲۹۹)

بیسویں صدی کے ممتاز سلام گو قمرؔ جلالوی کے ایک سلام کے دو اشعار اور ملاحظہ ہوں:

بیٹھا ہے مشکلات سے رستے میں ہار کے　　　او بد نصیب! دیکھ علیؑ کو پکار کے

مرحب سے جنگ بھی کوئی خیبر میں جنگ تھی　　　پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اتار کے

نوحہ خالص رثائی صنف سخن ہے کچھ شعراء نے خاص طور سے نوحے کہے ہیں مثلاً متینؔ، نجمؔ، زیدیؔ جونپور، سہیلؔ بنارسی، فضلؔ نقوی اور انجمؔ زیدی وغیرہ ایک نوحے کا صرف مطلع ملاحظہ ہو:

خدا کے گھر میں بپا ہوا ہے جو آج نفس خدا کا ماتم
ہے پورے عالم میں جانشین محمد مصطفیٰؐ کا ماتم

(ابن نور)

کچھ شعراء نے کسی مکمل صنفِ سخن میں ذکرِ علیؑ نہ کر کے منفرد اشعار ایسے کہے ہیں کہ جن میں ذکر علیؑ ہے۔ مرزا غالبؔ کا ہی یہ شعر مثالی بن گیا ہے کہ:

غالبؔ ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست   مصروفِ حق ہوں بندگیِ بوترابؑ میں

ذکرِ علیؑ اردو شاعری میں ترجمے کی شکل میں بھی ملتا ہے مثلاً فرانس کے مشہور شاعر میسو الیکو ینڈر گنل نے ایک طویل ترین نظم تقریباً ۲۰۰ صفحات پر مشتمل حضرت علی اصغر کی شہادت سے متاثر ہو کر کہی ہے جس میں ذکرِ علیؑ بھی ملتا ہے، جس کا اردو میں ترجمہ آزاد نظم کی شکل میں مسرور حسین رضوی امروہوی نے کیا ہے۔ نظم کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:

میں تجھے اب پیش کرتا ہوں خراجِ تحسین
اے علیؑ اسلام کے نامی ہیرو
تجھ کو جو فائز ہے رتبۂ اعلیٰ پر
سب اماموں میں حیرت انگیز نمونہ
شجاعت اور بہادری کا
اے وہ! جس نے ہمیشہ پھینک دیا اپنے کو
زرہ بغیر معرکۂ کارزار میں
اے وہ! جسے کسی نے نہ دیکھا، غم کھاتے ہوئے
خونی لڑائیوں میں
اے وہ! جو تمام غازیوں میں افتخار کے قابل
سب سے زیادہ محبوبیت والا
جو بہادری میں ضرب المثل ہوئے
لدا ہوا سب سے زیادہ فتح و ظفر کے سہروں سے
کچھ شک نہیں تو بہتر شناخت کر سکتا ہے
اس خون کو جو لائق ہے تیرے جیسے بڑے دل کے
بہادروں کے بہادر علی اصغر میں
تیرا پوتا اور ہمارا آقا

(معصوموں کا ستارہ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۳)

آزاد ترجموں کے علاوہ پابند نظم میں بھی کچھ ایسے ترجمے ملتے ہیں جو دوسری زبانوں کی نظموں یا مضمون کے اردو میں کئے گئے ہیں۔ مثلاً شہنشاہ فرانس نپولین بونا پارٹ نے جو دعا حضرت علیؑ سے اس وقت کی تھی جب وہ پریشان اور مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ اس پوری دعا کا اُردو میں منظوم ترجمہ حکیم سید محمود گیلانی نے کیا ہے۔ منقبت طویل ہے صرف کچھ اشعار ملاحظہ ہو:

یا مولا علی سید و سردار تمہیں ہو — داماد جناب شہِ ابرار تمہیں ہو
قبلہ کی قسم کعبۂ احرار تمہیں ہو — کعبے کی قسم قبلہ اخیار تمہیں ہو
آقائے زمن حیدر کرارؑ تمہیں ہو — دو پارہ گر اژدر خونخوار تمہیں ہو
لاریب کہ اللہ کی تلوار تمہیں ہو — لاریب کہ اس تیغ کی جھنکار تمہیں ہو
تم طاقت رحمٰن ہو تم طاقت یزداں — اللہ کا چہرہ مرے سرکار تمہیں ہو
مرحب کو لتاڑا، کبھی عنتر کو بچھاڑا — خیبر میں پیمبرؐ کے علمدار تمہیں ہو
اے نفس نبی لحمک لحمی سے عیاں ہے — ہم مرتبہ احمد مختارؐ تمہیں ہو
جس لشکر اسلام نے اعدا کو مٹایا — اس لشکر اسلام کے سالار تمہیں ہو
اس عالم فانی کے ہو سلطان تمہیں تم — اس عالم باقی کے جہاندار تمہیں ہو
میں بندۂ ناچیز ہوں تم ہو مرے مولا — اس بندہ ناچیز کے غمخوار تمہیں ہو
تم بازوئے احمدؐ ہو پکڑ لو مرا بازو — بے دست کے اے دست خدا یار تمہیں ہو
ہے لشکر باطل نے کیا مجھ کو ہراساں — باطل کے عدو حق کے طرفدار تمہیں
اس روز المناک میں روتا ہے مرا دل — پر موجب تسکین دلِ زار تمہیں ہو
گرداب میں کشتی ہے کنارے سے لگا دو — کر سکتے مری ناؤ کو اب پار تمہیں ہو

بونا کی بھی آپ سے فریاد ہے مولا
امداد کرو ساعت امداد ہے مولا

(ماہنامہ معارف اسلام لاہور، جنوری ۱۹۶۷ء، ص ۱۰)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو شاعری کا دامن ذکر علیؑ سے بھرا ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اردو شاعری کے ذخیرے میں ذکر علیؑ نے گرانقدر اہم اور معیاری اضافے کئے ہیں اور اس میں اگر ایک

طرف مدح، فضائل، واقعات، حالات، معجزات، اصلاحی مضامین، رثائی مضامین، رزم و بزم کے مضامین، مکالمہ نگاری، رجز نگاری، نفسیات نگاری اور منظر نگاری وغیرہ وغیرہ عقیدت کے رنگ میں ہیں تو دوسری طرف اس میں تعلیمات اور پیغامات بھی ہیں۔ درحقیقت ذکر علیؑ حق شناسی کی علامت ہے۔ ایمان کی تازگی ہے، عرفان کی بلندی ہے۔ ایقان کی پختگی ہے۔ درس شجاعت ہے۔ تعلیم سخاوت ہے۔ تہذیب کی دولت ہے۔ زبان کی لذت ہے۔ قلب کی راحت ہے۔ وقار انسانیت ہے۔ عین عبادت ہے اور اردو کے ادب عالیہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے اردو شاعری میں ذکر علیؑ ہوتا رہا ہے۔ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

نوٹ: تمام اشعار، شعرا کے کلیات، دواوین اور مجموعے مراثی سے لئے گئے ہیں۔